جانگلوس میں پنجاب کے ثقافتی عناصر

حسن محمود
لیکچرار شعبہ اردو و اقبالیات
دی اسلامیہ یونی ورسٹی آف بہاول پور

Abstract:

Shaukat Siddiqui’s novel *Jangloos* stands as a remarkable example of socio-cultural realism in Urdu fiction, portraying with depth the rural social structure, class struggle, and cultural consciousness of Punjab. The novel transcends a mere depiction of feudal exploitation to emerge as a cultural and civilizational document that encapsulates the idioms, customs, folk values, and agrarian way of life of Punjab. Through his journalistic insight and keen observation, Siddiqui presents Punjab’s distinctive cultural phenomena in both symbolic and realistic modes. Characters like Lali and Raheem Dad are not mere criminals; they symbolize an oppressed society crushed under the weight of feudal tyranny, class disparity, and social contradictions. The novel’s authentic use of local idioms, dialects, and linguistic textures elevates it into a credible cultural text that mirrors Punjab’s civilization, politics, and popular consciousness. The present study examines *Jangloos* as a dynamic cultural narrative, exploring how the formative elements of Punjabi culture interact with the broader social consciousness embedded within the novel.

Keywords: Shaukat Siddiqui, Jangloos, Punjabi Culture, Rural Society, Feudal System, Social Realism.

کلیدی الفاظ: شوکت صدیقی، جانگلوس، پنجاب کی ثقافت، دیہی معاشرت، جاگیردارانہ نظام، سماجی حقیقت نگاری۔

ادب اور ثقافت کے درمیان ایک گہرا اور تکوینی رشتہ پایا جاتا ہے۔ ادب محض تخیل کا اظہار نہیں بلکہ تہذیبی شعور کا تحریری اظہار ہوتا ہے۔ کسی بھی معاشرے کی فکری ساخت، اخلاقی اقدار، مذہبی تصورات اور جمالیاتی ذوق سب مل کر اس کے ثقافتی ڈھانچے کو تشکیل دیتے ہیں، اور یہی ڈھانچہ ادبی اظہار میں ڈھل کر ایک تہذیبی علامت بن جاتا ہے۔۔ ثقافت محض چند عالی مظاہر کا مجموعہ نہیں بلکہ روزمرہ کی زندگی، عادات، محاورات، زبان، رسم و رواج اور اجتماعی رویوں کا زندہ نظام ہے۔ ادب اسی زندہ نظام کا بیانیہ اور تجزیہ دونوں ہے۔ اردو ادب کی حقیقت نگاری اسی وسیع تر تناظر

میں معاشرتی اور ثقافتی شعور کی آئینہ دار ہے، جہاں ادبی تخلیق محض تفننِ طبع نہیں بلکہ عہد کے اجتماعی شعور کی تحریری تشکیل ہے۔ ولیمز /Williams(1) کے مطابق:

> "Culture is ordinary; it includes not only the works of art and intellectual achievements but also the whole way of life, meanings and values of a society."

پاکستانی معاشرے میں ادب کا سب سے فعال مظہر وہی رہا ہے جو ثقافت اور زندگی کی داخلی کشمکش کو گرفت میں لاتا ہے۔ ادب دراصل انہی بُنے ہوئے ریشوں کی قرأت ہے، جو انسانی تجربے کو معنی عطا کرتے ہیں۔ اردو ناول، خصوصاً بیسویں صدی کے نصفِ آخر کے بعد، انہی معنیاتی ریشوں کو شناخت دینے کا ایک موثر وسیلہ بن کر سامنے آیا۔ ترقی پسند تحریک اور بعد ازاں حقیقت نگاری کے رجحانات نے ادب کو محض تخیلاتی سرگرمی نہیں رہنے دیا بلکہ اسے زندگی کے حقیقی تناظر میں سمجھنے اور برتنے کا ایک موثر آلہ بنایا۔ اردو ناول میں یہ رجحان اس وقت عروج پر پہنچا جب ناول نگاروں نے اپنی تخلیقات میں معاشی ناہمواری، سماجی جبر، طبقاتی تضادات اور ثقافتی کشمکش کو موضوع بنایا۔ چنانچہ اردو ناول اب محض تفریح یا کہانی کا وسیلہ نہیں رہا، بلکہ ایک سماجی و ثقافتی متن بن گیا، جو زندگی کے بنیادی ڈھانچے کو بے نقاب کرتا ہے۔

اردو فکشن کی یہی سماجی سمت شوکت صدیقی کے فن کا جوہر ہے۔ وہ ان فنکاروں میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے انسانی زندگی کو صرف رومانی یا جمالیاتی زاویے سے نہیں بلکہ اس کی تاریخی، معاشرتی اور طبقاتی معنویت میں سمجھنے کی کوشش کی۔ ان کا ناول جانگلوس اس اعتبار سے اردو فکشن میں ایک علامتی ثقافتی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ناول پنجاب کے دیہی معاشرتی نظام کو محض بیان نہیں کرتا بلکہ اس کی تہذیبی ساخت، طبقاتی کشمکش، لسانی تنوع، رسوم و رواج اور علاقائی شعور کو فکری گہرائی کے ساتھ مجسم کرتا ہے۔ جانگلوس میں پیش کیا گیا پنجاب نہ صرف ایک جغرافیائی یا دیہی خطہ ہے بلکہ ایک ثقافتی مظہر ہے جس میں طاقت، زبان، زمین اور شناخت کا پیچیدہ رشتہ بُنا ہوا ہے۔ شوکت صدیقی نے اپنے صحافتی مشاہدے، تاریخی آگاہی اور حقیقت نگارانہ وجدان سے اس خطے کی زندگی کو اس کے اصل رنگوں میں پیش کیا۔ جالبی (۲) کے الفاظ میں:

"کلچر دراصل کسی قوم کے طرزِ احساس، طرزِ عمل اور طرزِ اظہار کا نام ہے۔"

اگر اس تعریف کی روشنی میں جانگلوس کو دیکھا جائے تو یہ ناول پنجاب کے کلچر کے تمام تینوں پہلوؤں؛ احساس، عمل اور اظہار کو مکمل معنویت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ احساس کی سطح پر یہ ناول مظلوم طبقے کی محرومی، غم اور

بغاوت کی نفسیات کا عکاس ہے؛ عمل کی سطح پر یہ جاگیر دارانہ نظام، زمین داری، بیوروکریسی اور اخلاقی زوال کے تضادات کو نمایاں کرتا ہے؛ اور اظہار کی سطح پر پنجاب کی زبان، محاورے، بولیاں، اور ثقافتی تلازمات کو تخلیقی انداز میں برتتا ہے۔

جانگلوس کا بیانیہ پنجاب کی ثقافتی زمین سے اُگتا ہے؛ یہاں دیہات کے رسوم، شادی بیاہ، لوک موسیقی، محاوراتی زبان، مزدوروں کی محنت، عورتوں کی مظلومیت اور مذہبی و صوفیانہ رجحانات مل کر ایک جیتی جاگتی تہذیبی فضا بناتے ہیں۔ شوکت صدیقی کے نزدیک ثقافت محض ماضی کا ورثہ نہیں بلکہ ایک زندہ تجربہ ہے جو معاشرتی طاقت کے توازن کو بے نقاب کرتا ہے۔ اس لحاظ سے جانگلوس صرف ایک سماجی ناول نہیں بلکہ ثقافتی معنویت کی ایک زندہ قرأت ہے۔ اس میں پنجاب کا کلچر کسی عجائب خانے کی شے کی طرح پیش نہیں کیا گیا، بلکہ بطور متحرک مظہر دکھایا گیا ہے، جو طبقاتی کشمکش اور انسانی مزاحمت کے عمل سے مسلسل بدلتا رہتا ہے۔

زیرِ نظر مطالعہ اسی پس منظر میں یہ دریافت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ شوکت صدیقی نے جانگلوس میں پنجاب کی ثقافت کو کس طرح بیان، تحلیل اور علامتی طور پر تشکیل دیا۔ یہاں ثقافت کو محض ایک علمی موضوع کی بنا پر نہیں بلکہ متحرک عنصر کے طور پر پرکھا گیا ہے جو کرداروں، زبان، بیانیے اور معاشرتی ڈھانچے میں متحرک ہے۔ اس مطالعے کا مقصد یہ ہے کہ ناول میں پیش کیے گئے ثقافتی عناصر؛ جیسے دیہی سماج، جاگیر دارانہ استحصال، لوک اقدار، اور طبقاتی شعور کس طرح پنجاب کے اجتماعی شعور اور تاریخی تجربے کو معنی بخشتے ہیں۔

ثقافت کا لفظ عربی زبان سے ماخوذ ہے اور اس کی اصل **ث۔ق۔ف (ثقف)** ہے، جس کے لغوی معنی علم، فنون اور ادبیات میں مہارت اور ذہنی بالیدگی کے ہیں۔ اسی بنیاد پر ثقافت کو محض مادی یا ظاہری مظاہر تک محدود نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس کا تعلق بنیادی طور پر انسانی ذہن، شعور اور فکری رویّوں سے جوڑا جاتا ہے۔ اردو لغات میں بھی اس لفظ کی تشریحات اسی معنوی دائرے میں سامنے آتی ہیں۔

علمی اردو لغت(۳) کے مطابق ثقافت سے مراد تہذیب، طرزِ تمدن اور عقل و فہم کی پختگی ہے، جبکہ فیروز اللغات (۴) میں اس کے معنی نیک فطرت ہونا، دانائی، اور کسی خاص طبقے یا گروہ کے تہذیبی و تمدنی اوصاف کے طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ اسی طرح اردو لغت (تاریخی اصول پر)(۵) ثقافت کو تہذیب کے اعلیٰ اور نمایاں مظاہر سے تعبیر کرتی ہے، جو کسی انسانی جماعت کے مذہبی تصورات، اخلاقی قدروں، علمی سرگرمیوں، ادبی رجحانات اور فنون میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔

ثقافت ؛بنیادی طور پر ہماری طرز زندگی کا مکمل خاکہ ہے اس میں ہمارے رہن سہن، عقائد اور رسوم ورواج وغیرہ سبھی شامل ہیں۔ ہر معاشرے میں موجود افراد کی اجتماعی زندگی، ان کے رسم ورواج، رہن سہن اور عادات واطوار وغیرہ ثقافت کہلائیں گے۔ صدیقی (٦) کچھ اس طرح کہتے ہیں:

"۔۔۔'ثقافت' سے مراد پورا طریقہ زندگی ہے؛یعنی ثقافت اس "کُل" کا نام ہے، جس میں مذہب، عقائد، علوم اور اخلاقیات، سب معاملات اور معاشرت، فنون و ہنر، رسم ورواج بھی کچھ شامل ہیں"۔

یہ کہنا مناسب ہو گا کہ ثقافت در حقیقت کسی قوم کے عقائد اصول واقدار اور اطوار اعمال وطریق کا مجموعہ ہے جس کے ذریعے کسی بھی قوم کی شناخت قائم ہوتی ہے یا گروہ کے نمایاں اوصاف وابستہ ہوتے ہیں۔ ایسے ہی ثقافتی سرگرمیاں اپنی نوعیت کے اعتبار سے ذہنی اور مادی ہر دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ثقافتی سرگرمیاں داخلی اور خارجی بھی ہوسکتی ہیں اور دینی ومادی بھی۔ ثقافتی سرگرمیوں کے بنیادی اداروں میں مذہب، سیاست، معیشت، فنون، زبان وادب سبھی آجاتے ہیں

ثقافت کے بارے میں ممتاز ادیبوں (انتظار حسین، جیلانی کامران، وزیر آغا، فیض احمد فیض اور ڈاکٹر محمد علی صدیقی) نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مختلف نقادان علم وادب نے ثقافت کو مختلف نظریوں کے ساتھ دیکھنے کی کوشش کی ہے۔

ہر ثقافت کا اپنا مخصوص مزاج ہوتا ہے جو ایک تہذیب اور ثقافت رکھنے والوں کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہے۔ یہ ثقافت کسی قوم یاملک کی تاریخ اور نظریے کے تسلسل کی عکاسی کرتی ہے پاکستان بھی اپنی ثقافت کے حوالے سے اپنا ایک مخصوص مزاج رکھتاہے۔ کامران (٧) کہتے ہیں:

"پاکستانی ثقافت کی وہ جہت جس کے مظاہر کے بارے میں کسی حتمی یادداشت کی نشاندہی ممکن نہیں۔ شادی اور مرگ کے رسم ورواج، توہمات، رانے اشجار کے ساتھ منسوب آسیب وجنات کی کہانیاں، صحرا اور ان دیکھے کا خوف اچھے اور برے شگون، جنم پتریاں، چڑیلوں، ڈائنوں اور بھوتوں کا وجود جوگیوں اور سادھوؤں کا سراب اور اس نوع کے بے شمار دوسرے مظاہر جو انسانی لاشعور کا حصہ ہیں۔ انسان کے بارے میں جس توجیہ کو نمایاں کرتے ہیں۔ اس کے مطابق انسان مجبور محض دکھائی دیتا ہے۔ وہ ایسے ثقافتی ماحول کو صرف قبول کرسکتاہے۔ اس کے خلاف نہ توبغاوت کرسکتاہے نہ ایسے ماحول سے رہائی ہی کا کوئی راستہ تلاش کرسکتاہے۔"

ثقافت محض ایک جامد روایت نہیں بلکہ ایک فعال اور اثر انگیز قوت ہے جو دیگر معاشروں اور تہذیبوں پر اثر ڈالنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ وہ ثقافتیں جو مثبت فکری رویّوں، مضبوط اقدار اور داخلی استحکام کی حامل ہوتی ہیں، رفتہ رفتہ دوسری ثقافتوں کو متاثر ہی نہیں کرتیں بلکہ بعض اوقات انہیں اپنے اندر جذب بھی کر لیتی ہیں۔ ہر ثقافت کی چند بنیادی اور توانا اقدار ہوتی ہیں، اور جب یہ اقدار مستقل اور پائیدار صورت اختیار کر لیں تو وہ ثقافت غلبے کی قوت بن جاتی ہے۔ اسی لیے دنیا کی باشعور اقوام اس حقیقت پر متفق دکھائی دیتی ہیں کہ اگر کوئی قوم اپنی ثقافتی شناخت کو غیر ملکی اثرات کی بے محابا یلغار کے سامنے بے بس چھوڑ دے تو اس کے نتیجے میں زوال اور محرومی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ وہی قومیں دیرپا اثر رکھ سکی ہیں جن کی ثقافت فکری اور تہذیبی سطح پر غالب رہی ہے۔

لفظ ثقافت عربی سے اردو میں منتقل ہوا، جبکہ فارسی زبان میں اس کے لیے عموماً "شائستگی" کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ انگریزی میں اس کے متبادل کے طور پر Culture کا لفظ رائج ہے، جس کے ابتدائی مفہوم میں زمین جوتنے اور کاشت کاری کا تصور شامل تھا۔ اس ضمن میں جالبی (۲) اس نکتے کی وضاحت کرتے ہیں کہ اردو تنقیدی روایت میں اب تک دو اصطلاحات زیادہ مستعمل رہی ہیں: ایک "تہذیب" اور دوسری "ثقافت"۔ ان کے مطابق تہذیب بطور لفظ محض اردو میں ہی مستعمل نہیں بلکہ عربی اور فارسی زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس کی تاریخی اور لسانی وسعت کی دلیل ہے۔

ثقافت بنیادی طور پر انسان کے رہن سہن اور طرزِ زندگی کا نام ہے۔ ہر معاشرے کے لوگ اپنے اپنے عقائد اور رسوم و رواج کے مطابق زندگی گزارتے ہیں اور ان کے آپسی تعلقات کا دارومدار بھی انھی طریقوں پر ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر وہ معاشرہ جس میں افراد اجتماعی طور پر زندگی گزار رہے ہوں۔ اس میں موجود افراد کے رسم و رواج مذہب رہن سہن اور عادات وغیرہ اس کی ثقافت کہلائیں گے۔

ثقافت دراصل انسانی زندگی کے مجموعی طریقِ کار کی عکاس ہوتی ہے، جو کسی معاشرے کے رہن سہن، سوچ اور طرزِ احساس کو ایک مربوط صورت میں سامنے لاتی ہے۔ یہ طرزِ زندگی عموماً ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتا ہے، تاہم وقت کے تقاضوں، سماجی تغیر اور تاریخی حالات کے زیرِ اثر اس میں تدریجی تبدیلیاں بھی واقع ہوتی رہتی ہیں۔ ثقافت انسانی وجود کو معنی عطا کرتی ہے، فرد کو اجتماعی زندگی کے آداب سکھاتی ہے اور تعلیم و تربیت کے ذریعے اقدار اور رویّوں کی منتقلی ممکن بناتی ہے۔ انسان کا کھانا پینا، گفتگو کا انداز، نشست و برخاست، افکار، رسوم و رواج، عادات، اخلاقی رویّے، قوانین کی پاسداری یا ان سے انحراف، عقائد، روایات، اقدار اور معاشی سرگرمیوں سے وابستہ تمام مظاہر ثقافت ہی کے دائرے میں آتے ہیں۔

ہمارے ملک کی ۷۵ فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے اور آج تک اس کی روایات وہی ہیں جو آج سے صدیوں پہلے کی ہے۔ ہمارے دیہات کا رہن سہن، کھانے پینے کے طریقے، لباس، شادی بیاہ، گھریلو سامان، رقص و موسیقی، لوک دھنیں، گیت، داستانیں اور خوشی و غمی کے اظہار کے طریقے آج بھی وہی ہیں۔ ہماری قومی ثقافت کے مختلف اور رنگا رنگ پہلو ہماری علاقائی ثقافت میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ خصوصی طور پر دیہاتوں میں واضح نظر آتے ہیں اور اس ثقافت کو ادیبوں نے شاعری اور نثر میں بھی بیان کیا ہے۔ بہت سے ناول نگاروں نے بھی اپنی تہذیب و ثقافت کے موضوعات کو اپنے اپنے انداز میں پیش کیا ہے۔ بعض ناول نگاروں نے تہذیب و ثقافت کا اظہار بالواسطہ یا بلاواسطہ کیا ہے۔ چونکہ ہمارا موضوع ” جانگلوس "(شوکت صدیقی) میں پنجاب کے ثقافتی عناصر ہے۔ لہذا ہم پنجاب کی ثقافت کا جائزہ اس ناول کے تحت کریں گے جس میں شوکت صدیقی نے پنجاب کے رہن سہن ماحول اور تہذیب و ثقافت کو اپنے دل کش انداز میں بیان کیا ہے۔

شوکت صدیقی اپنے عہد کے ایک باشعور ناول نویس و افسانہ نگار تھے - اردو ناول کے سفر میں ابتداء سے عصر حاضر تک جن ناول نگاروں نے معاشرے پر اپنے اثرات مرتب کیے ہیں ان میں شوکت صدیقی کا نام بہت اہم ہے - اردو میں جتنا ناول بھی لکھا گیا ہے اس میں بیشتر حصہ حقیقت پسندی کا آئینہ دار ہے - حقیقت پسندی اور ترقی پسندی کے نظریات کو ملحوظ رکھ کر لکھنے والوں میں شوکت صدیقی نمایاں نظر آتے ہیں - اگرچہ شوکت صدیقی کو شہرت ان کے مشہور ناول "خدا کی بستی" سے ملی مگر "جانگلوس" بھی انھی کے قلم کا شاہکار ہے بلکہ بعض چیزیں جو "خدا کی بستی" میں محدود سطح پر بیان کی گئی ہیں "جانگلوس" میں بہت وسعت کے ساتھ آئی ہیں-- "خدا کی بستی" میں جرائم اور استحصال محدود پیمانے پر پیش کیے گئے ہیں جبکہ "جانگلوس" میں ان کا بیان بہت کھل کر ہوا ہے۔

ادب اور زندگی یا ادب اور حقیقت نگاری، ادب اور عصری صورت حال اور اسی طرح کے کئی اور سوالات کے زیادہ واضح، جاندار اور معنی خیز جوابات ادب کی دیگر اصناف کے برعکس ناول میں زیادہ تلاش کیے جاتے ہیں۔ اردو ادب کی نثری اصناف میں بلاشبہ داستان کے بعد ناول ہی ہے جس کا کینوس بہت وسیع ہے اور ناول کو یہ تفوق حاصل ہے کہ یہ سماجی زندگی کا حقیقی عکس پیش کرتا ہے۔ ناول نگار موضوع کی مناسبت سے کہانی ترتیب دیتا ہے۔ اس میں وہ عصری صورت حال کو تخلیقی سطح پر تخیل سے آمیز کر کے ایک ناول تخلیق کرتا ہے۔ یہ بالکل بجا ہے کہ کسی عہد کے ادب سے کسی دور کو بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کیونکہ ادب اپنے اندر تاریخ، سماجی تبدیلیوں اور ہر دور کے باشعور اور دردمند طبقے کا نقطہ نظر بھی سموتا ہے۔ یوں ہر دور کا ادب اپنے عصری رجحانات، خیالات، افکار، ذہنی، سماجی اور ثقافتی تاریخ کا خوب صورت مرقع پیش کرتا ہے۔

"خدا کی بستی "شوکت صدیقی صاحب کے ناولوں میں سے سب سے زیادہ اہم ناول ہے، بعد ازاں دوسرا اہم ناول "جانگلوس" ہے جو تین جلدوں کو محیط ہے۔ اس ناول کو ڈائجسٹ پڑھنے والے حلقوں میں تو بہت پسند کیا گیا مگر سنجیدہ ادبی حلقوں میں اسے زیادہ اہمیت نہ ملی جو اُن کے ناول "خدا کی بستی" کو ملی۔ اس کے باوجود "جانگلوس" کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں جو اس ناول کی قارئین میں مقبولیت کا واضح ثبوت ہیں۔

" جانگلوس" کا آغاز جیل سے بھاگے ہوئے دو قیدیوں؛ لالی اور رحیم داد سے ہوتا ہے جو اپنے آپ کو پولیس سے بچانے کے لیے جگہ جگہ چھپتے پھرتے ہیں۔ اس دوران پاکستان کے مختلف دیہی علاقوں خصوصاً پنجاب کے دیہی عوام کے رہن سہن، عادات و اطوار اور رسوم و روایات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ درّانی (۸) لکھتے ہیں:

"یہ (جانگلوس) ایک ایسا ناول ہے، جو نہ صرف قیامِ پاکستان، اِس کی تاریخ، اس کے تقاضوں، مسائل اور پاکستانیت کے موضوعات کا احاطہ ہی نہیں کرتا ہے بلکہ اس کے جغرافیے، مقامات، شہروں، دیہات، گلی محلوں، سڑکوں اور نہروں؛ کے ساتھ ساتھ، چاروں صوبوں میں سفر کرتا ہے۔"

پنجاب کی آبادی کی اکثریت دیہی علاقوں میں آباد ہے، اسی وجہ سے پنجاب کی مجموعی سماجی، معاشی اور معاشرتی شناخت کی تشکیل بنیادی طور پر گاؤں اور دیہات ہی کے تناظر میں ہوتی ہے۔ اگرچہ ہر گاؤں اپنی مخصوص روایات، رسوم اور طرزِ زندگی کے اعتبار سے دوسرے دیہات سے امتیاز رکھتا ہے، تاہم یہ تمام دیہی اکائیاں مل کر پنجاب کی مشترکہ ثقافتی ساخت کو وجود میں لاتی ہیں۔ پنجاب کے دیہی سماج میں جاگیردارانہ ذہنیت اور اس کے اثرات کو صدیقی (۹) نے اپنے ناول میں نہایت بے باکی اور حقیقت پسندی کے ساتھ نمایاں کیا ہے۔ ناول میں بڑے زمینداروں کے ظلم، استحصال اور مزارعوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کی تصویریں اس انداز میں ابھرتی ہیں کہ جاگیردارانہ نظام کی سفاکی پوری شدت کے ساتھ سامنے آجاتی ہے، جہاں خوشی ہو یا غم، بیماری ہو یا مہمان داری، ہر صورت میں مزارع کو استحصال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

شوکت صدیقی نے جانگلوس میں پنجاب کے مختلف دیہی خطّوں کی ثقافت، رہن سہن اور روزمرہ زندگی کو اس فنی مہارت سے پیش کیا ہے کہ دیہی زندگی کی جڑت، محرومیاں اور تضادات قاری پر واضح ہو جاتے ہیں۔ ناول میں یہ بات بھی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ پنجاب کا دیہی انسان اپنی مٹی، زمین اور روایت سے گہرے رشتے میں بندھا ہوا ہے۔ مزید برآں، جانگلوس میں دیہی اور شہری ثقافت کا باہمی تصادم بھی پوری شدت کے ساتھ موجود ہے۔ جاگیرداروں اور وڈیروں کا سیاسی ڈھانچے میں اثر و رسوخ، سیاست دانوں اور بیوروکریسی کی اخلاقی زبوں حالی، اور عام

آدمی کے مسلسل استحصال کی داستان ناول کے بنیادی موضوعات میں شامل ہے، جو اسے محض ایک سماجی بیانیہ نہیں بلکہ ایک طاقت ور سماجی دستاویز بنا دیتے ہیں۔

جانگلوس میں شوکت صدیقی نے پاکستان کے مختلف علاقوں بالخصوص پنجاب کے دور دراز کے دیہی علاقوں کی ثقافت کو اُجاگر کیا ہے۔ جانگلوس کو پنجاب کی الف لیلہ بھی بہر طور پر کہا جاتا ہے۔ یہ ناول استحصالی قوتوں کے خلاف آواز بلند کرنے اور مظلوم طبقے کی حمایت کرنے کا جذبہ بیدار کرتا ہے۔ یہ ناول ایک ثقافتی دستاویز ہے۔

پنجاب میں شادی کی رسم بھی بڑے جوش سے ادا کی جاتی ہے۔ شوہر کے انتخاب میں عام طور پر لڑکی کو اختیار نہیں ہوتا- نائی کے ذریعے ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں لڑکے یا لڑکی کی شادی کے معاملات طے ہوتے ہیں۔ دلہا اور دلہن کے اختیار میں جن اہم باتوں کو مد نظر رکھا جاتا ہے ان میں پہلی بات جو خصوصی طور پر دیکھی جاتی ہے وہ ذات پات ،برادری اقبیلے کا مسئلہ ہوتا ہے۔عام طور پر اپنے قبیلے یا ذات سے باہر رشتے طے نہیں ہوتے۔ناول میں "جانگلوں میں بیاہ شادی کے موقعے پر ہونے والی رسومات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے شادی بیاہ کے موقعے پر سب سے بڑا مسئلہ خاندان کی عزت اور ناک کا ہوتا ہے اسی لیے شادی بیاہ کی تقریب کو بڑے اہتمام سے ترتیب دیا جاتا ہے۔ منگی کے بعد شادی کی تاریخ مقرر کر دی جاتی ہے۔ عام طور پر شادی کے لیے ماگھ کا مہینہ سب سے زیادہ مقبول ہوتا ہے۔ اس رسم کو " ساہا" کہتے ہیں۔ شادی کے لیے خاص طور پر ماگھ کے مہینے اور فصل کی واڈھی کا انتظار کیا جاتا ہے۔ناول جانگلوس(۹) میں جب تاجاں کی شادی کا دن یا تاریخ مقرر کی جارہی ہوتی ہے تو جمیلہ کہتی ہے:

> "ماگھ کیسا رہے گا۔۔۔ تین ہی مہینے تو بیچ میں بچے ہیں، جمیلہ نے تجویز پیش کی- اس سمے تک خریف کی فصل کی واڈھی بھی ہو جائے گی پھٹی کی چنائی ہو چکی ہو گی۔ بہت سہانا موسم ہو گا- گلابی سردی ہو گی۔۔۔ چلو جی ماگھ ہی رہا- بوڑھے نے رضامندی کا اظہار کیا- اب تاریکھ طے کرنا ہو گی"

اس ناول کا بنیادی موضوع جاگیر دارانہ نظام کی برائیاں ہیں مگر ایک طرح سے یہ ناول ثقافتی اظہاریہ نما دستاویز بھی ہے۔ناول میں پنجاب کے خاص عہد کی عکاسی کی گئی ہے، جس میں عورتوں، کسانوں اور مزدوروں کا استحصال پوری طرح سے ہمارے سامنے آتا ہے اور ان طبقات کے لیے قاری کے دل میں ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح یہ ناول صرف استحصالی طبقے کے لیے تنافر ہی نہیں بلکہ نچلے طبقے کے لیے ترحم کے جذبات بھی پیدا کرتا ہے۔

شادی بیاہ کی تیاریوں کے سلسلے میں ایک اہم رسم مایوں کی ہے۔ مایوں کا مطلب شادی سے کچھ دن پہلے دولہا اور دولہن گھر کی چار دیواری تک محدود ہو جاتے وہ اپنا لباس بھی تبدیل نہیں کر سکتے - ان کو گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ تاہم وہ اپنے قریبی دوستوں اور سہیلیوں کے ساتھ رہ سکتے ہیں - اس کا دوسرا نام "میڈھی کھولنا" بھی ہے۔

اس موقع پر سات سہاگنیں دلہن کے گندھے ہوئے بال کھولتی ہیں۔ ان سات سہاگنوں میں سے ایک عورت، سرسوں کے تیل میں انگلی کو ڈبو کر دولہن کے سر میں لگاتی اور اس طرح بالوں کی مینڈھی کھولی جاتی ہے ،اسی مناسبت سے ڈھولک کی تھاپ پر گیت گائے جاتے ہیں، چنانچہ ناول جانگلوس(۹) میں تاجاں کی جب مائیاں بیٹھنے کی رسم ہوتی ہے تو ڈھولک کی تھاپ پر میراثنوں میں سے ایک یہ گیت چھیڑتی ہے:

"میری میڈھی نہ کھولو۔۔۔میری میڈھی نہ کھولو، سہیلڑیو! "
میرے بابل سے پچھو، سہیلڑیو! جس نے میرا داج بنایا۔۔۔!
میرے چاچے توں پچھو؛ جس میرا کاج رچایا۔۔!
میرے دلبر توں پچھو۔۔۔جس مینو پو چھن دوایا"

جانگلوس میں جاگیردارانہ نظام کی کمزوریوں کو پیش کیا ہے کہ کیسے جاگیردار طبقہ ایک کچلے ہوئے اور مظلوم طبقے کا معاشی و معاشرتی اور جنسی استحصال کر رہا ہے۔ ناول میں بھٹے پر کام کرنے والے تھیبروں پر ظلم وستم کی داستانیں بھی ملتی ہیں۔ علاوہ ازیں جاگیرداروں کا مزارعوں کو ان کی زمینوں سے بے دخل کرنا اور ان سے ہر قسم کا ٹیکس وصول کرنا، مزارعوں کی عورتوں کا جنسی استحصال، رسہ گیری کا نظام اور غریبوں کی زمینوں پر ناجائز قبضہ وغیرہ شامل ہے۔ ایسے معاشرتی رویوں کی بے شمار مثالیں اس ناول کا حصہ ہیں۔

شوکت صدیقی کا کلیدی احساس سماجی حقیقت نگاری ہے۔ اس لیے ان کے ہاں تخیل و رومان کا وہ رجحان نظر نہیں آیا جو قاری کو فرحت و انبساط عطا کرتا ہے۔ شوکت صدیقی ہمارے سامنے جس دنیا کی مصوری کرتے ہیں وہ ہماری دیکھی بھالی ہے۔ شوکت صدیقی کو حقیقی معاشرتی مسائل و واقعات سے پلاٹ تعمیر کرتے ہوئے اس لیے بھی سہولت ہوتی ہے کہ وہ ایک صحافی ہونے کے ناتے ملک کے معروضی حقائق سے بھی آگاہی رکھتے ہیں اور ادیب ہونے کے ناتے تخیلی قوت اور عمیق مشاہدے جیسی خصوصیات سے متصف ہیں۔ ان دونوں اوصاف کے تال میل سے وہ اعلیٰ فن پارہ تخلیق کر لیتے ہیں۔

جانگلوس شوکت صدیقی کا ایک طویل اور اہم ناول ہے جس کی تصنیف کا عرصہ ۱۹۷۷ء سے ۱۹۹۶ء تک پھیلا ہوا ہے۔ اس ناول کا جغرافیائی پس منظر بنیادی طور پر صوبہ پنجاب ہے، تاہم اس کی معنوی وسعت محض ایک خطے تک محدود نہیں رہتی۔ شوکت صدیقی نے اس تخلیق میں پورے ملک کی تہذیبی، ثقافتی، سماجی اور معاشی صورتِ حال کو کسی یکساں عمومی خاکے میں سمو دینے کے بجائے مختلف علاقوں کے جداگانہ مزاج اور انفرادی سماجی رویّوں کو نمایاں کیا ہے۔ ناول میں مظلوم اور مجرم کردار ایک ہی سماجی ڈھانچے کی پیداوار کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ لالی اور رحیم داد جیسے

مرکزی کرداروں کے ذریعے مصنف پنجاب کی دیہی اور شہری زندگی کی پیچیدگیوں کو آشکار کرتا ہے۔ ان کرداروں کے تجربات کے توسط سے جاگیردارانہ نظام کی جابرانہ ساخت، غریب کسانوں کا مسلسل استحصال، بالادست طبقے کی بدعنوانیاں اور عورت کی سماجی بے بسی جیسے مسائل پوری شدت کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ اس طرح جانگلوس محض ایک بیانیہ ناول نہیں رہتا بلکہ سفاک سماجی حقیقت نگاری کی ایک مؤثر مثال بن جاتا ہے۔

ناول کے مرکزی کردار لالی اور رحیم داد بادی النظر میں ایسے افراد دکھائی دیتے ہیں جو جرائم کے الزام میں قید و بند کی زندگی گزار چکے ہیں، اور بعد ازاں قید خانے سے فرار ہو کر مختلف علاقوں میں روپوش رہتے ہیں۔ تاہم ان کرداروں کا گہرا مطالعہ اس تاثر کو زائل کر دیتا ہے کہ وہ فطری یا پیدائشی مجرم ہیں۔ در حقیقت یہ دونوں ایسے انسان ہیں جو سماجی جبر، طبقاتی ناہمواری اور ناانصافی کے نظام کے ہاتھوں مجرم بنا دیے گئے ہیں۔ جیل سے فرار کے بعد ان کا سامنا معاشرے کے مختلف طبقات سے ہوتا ہے، جہاں خاص طور پر پنجاب کے دیہی علاقوں کے وڈیرے اور جاگیردار نمایاں طور پر سامنے آتے ہیں۔ یہ طبقہ طاقت، اختیار اور سماجی برتری کے بل پر غریب اور محنت کش انسانوں کے استحصال کو اپنا معمول بنائے ہوئے ہے۔ حیات وٹو اس استحصالی ذہنیت کی ایک انتہائی صورت ہے، جو محض جائیداد کے حصول کے لیے اپنے ہی بھائی کو ذہنی مریض قرار دے کر مہلک انجکشن کے ذریعے ہلاک کرا دیتا ہے۔ اسی طرح احسان شاہ، مراد خان شاہانی اور شہ زور مزاری جیسے کردار اپنے اپنے علاقوں میں بے لگام اقتدار کے حامل دکھائی دیتے ہیں، جہاں قانون، اخلاق اور انسانیت سب ان کی خواہشات کے تابع ہو جاتے ہیں۔ عورتوں اور نادار کسانوں پر ظلم و جبر ان کے طرزِ اقتدار کا لازمی جزو ہے، اور یہی رویّے ناول میں جاگیردارانہ سماج کی سفاک حقیقت کو بے نقاب کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ پنجاب کے مختلف سرکاری محکمہ جات میں بدعنوانی اور حق داروں کو ان کے حق سے محروم رکھنے، رشوت ستانی کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ مصنف نے پنجاب کے مختلف علاقوں میں جو مختلف تبدیلیاں نظر آتی ہیں، ان کو بھرپور طریقے سے بیان کیا ہے۔ علاقائی تقسیم کے ساتھ ساتھ اس علاقے کی ثقافت میں تبدیلی ہوتی ہے۔ شوکت صدیقی معاشرے میں پھیلی ہوئی ضعیف الاعتقادی کے ساتھ ساتھ علاقائی ثقافتی رنگ اور رسوم و رواج کو بھی زیر بحث لائے ہیں۔ ادیب سہیل کا کہنا ہے کہ انھوں نے "جانگلوس کو حقیقی رنگ دینے کے لیے اور قارئین کو دیہی ماحول سے قریب تر کرنے کا احساس دلانے کے لیے اس کے مکالموں میں روزمرہ کی ان بولیوں، لفظوں اور محاوروں کو بھی استعمال کیا ہے جو وہاں زبان زد خلائق ہیں۔ اس ضمن میں ان کی مخلصانہ مساعی کامیاب کہی جاسکتی ہیں۔

اس ناول میں پنجاب کے مختلف علاقوں کی تہذیب، ثقافت اور معاشرت کو پیش کیا گیا ہے۔ پنجاب کے دیہی علاقوں کی رسوم و رواج کی بڑے مؤثر انداز میں عکاسی کی گئی ہے۔" جانگلوس ہمیں پنجاب کے مختلف مقامات، شہروں،

دیہات، گلی محلوں، سڑکوں اور نہروں کے ساتھ ساتھ مختلف علاقوں کی ثقافت، رسوم و رواج اور روایات سے آشنا کرتا ہے۔ احمد (۱۰) کہتے ہیں:

> "شوکت صدیقی نے اس تخلیق میں حقیقی رنگ پیدا کرنے کے لیے ان علاقوں کی تہذیب و ثقافت کا بغور مشاہدہ و مطالعہ کیا اور پوری جزئیات سمیت کیا۔ ان کی محنت رائیگاں نہیں گئی۔ اس مطالعے کے نتیجے میں ایک تہذیبی نمائندہ ناول سامنے آیا ہے۔ معاشرتی نمائندگی ہی کے سلسلے میں ناول کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ثقافت پہلی ترجیح ہے اور زبان دوسری یعنی مصنف نے اہل زبان ہونے کے باوجود ادبیت کو حقیقی ثقافتی نمائندگی پر قربان کر دیا ہے۔ انھوں نے جانگلیوں کی زبان کو اصل شکل میں پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔"

شوکت صدیقی کا ناول جانگلوس اردو فکشن میں محض واقعاتی بیانیے تک محدود نہیں رہتا بلکہ ایک ایسا فکری و تہذیبی متن بن کر سامنے آتا ہے جو پنجاب کے سماجی ڈھانچے، طبقاتی تصادم اور انسانی وجود کی داخلی کشمکش کو علامتی سطح پر منکشف کرتا ہے۔ اس ناول کی معنوی وسعت کا سرچشمہ اس کا اسلوب اور وہ ثقافتی جزئیات ہیں جن کے ذریعے زبان محض اظہار کا آلہ نہیں رہتی بلکہ اجتماعی شعور کی نمائندہ صورت اختیار کر لیتی ہے۔ شوکت صدیقی نے دیہی پنجاب کی لسانی تشکیل، رسمیات، مزاحمتی رویّوں اور طبقاتی عدم مساوات کو اس فنی شعور کے ساتھ پیش کیا ہے کہ قاری محض سماجی حقائق سے آشنا نہیں ہوتا بلکہ ایک پورے تہذیبی تجربے سے گزرتا ہے۔

جانگلوس میں ثقافت کسی سطحی یا خارجی منظرنامے کے طور پر جلوہ گر نہیں ہوتی، بلکہ انسانی جدوجہد، جبر، محرومی اور امید کی تہوں میں پیوست ایک متحرک قوت کے طور پر سامنے آتی ہے۔ ناول اس امر کی یاد دہانی کراتا ہے کہ ادب زندگی کی محض عکاسی نہیں کرتا بلکہ اس کے باطن میں پوشیدہ ان آوازوں کو بھی گرفت میں لیتا ہے جو تاریخ کے شور میں دب جاتی ہیں۔ اس مطالعے سے یہ نکتہ واضح ہوتا ہے کہ ادب اور ثقافت ایک دوسرے کے متوازی مظاہر نہیں بلکہ باہمی طور پر تکمیل پانے والی قوتیں ہیں، جو مل کر انسانی شعور کو تاریخی تسلسل اور معنوی گہرائی عطا کرتی ہیں۔ اسی تناظر میں جانگلوس اردو ادب میں ایک ایسے فکری و ثقافتی ماخذ کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے جو گزرے زمانے کی یاد، موجودہ زمانے کی تفہیم اور آئندہ زمانے کی معنویت کے مابین ایک بامعنی رشتہ قائم کرتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(1) London: Chatto .۱۹۵۰–*Culture and Society,* ۱۷۸۰,(۱۹۵۸)Williams, Raymond Windus, P ۳۷&

(۲)جالبی، جمیل(۱۹۹۷ء)،پاکستانی کلچر-اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ص ۷۳، ص ۴۱

(۳)سرہندی،وارث(۲۰۰۰ء)،علمی اردو لغت،لاہور، علمی کتاب خانہ، ص۵۱۶

(۴)فیروزالدین، مولوی(۲۰۰۵ء)فیروز اللغات،لاہور، فیروز سنز، ص۴۶۸

(۵)اردو لغت تاریخی اصول پر، جلد ششم(۱۹۸۴ء)کراچی،اردولغت بورڈ، ص ۳۲۰

(۶)صدیقی، نظیر،(۲۰۰۷ء)،"ثقافت اور اس کے عوامل بیرونی اثرات"مشمولہ،کلچر (مرتبہ،اشتیاق احمد)لاہور، میٹروپرنٹرز، ص۴۹۵

(۷)کامران،جیلانی،(۲۰۰۷ء)،"پاکستان کے ثقافتی مظاہر کی جمالیات"مشمولہ، کلچر(مرتبہ،اشتیاق احمد)لاہور میٹروپرنٹرز، ص ۵۲۰

(۸)درانی، عطش، مرتب؛(۱۹۷۷ء)،پاکستانی اردو کے خدو خال،اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ص ۴۵۴

(۹) صدیقی، شوکت(۲۰۱۶ء)،جانگلوس،جلد دوم ،کراچی :ر کتاب پبلی کیشنز، ص ۱۷، ص ۱۰۵، ص ۵۸۹

(۱۰)احمد، میاں مشتاق(۲۰۱۴ء)،"جانگلوس کا تنقیدی مطالعہ"،مشمولہ،شوکت صدیقی: افکار و شخصیت (مرتبہ، نثار حسین)، کراچی،رکتاب پبلی کیشنز، ص ۲۹۵